حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ
ندوۃ العلماء لکھنؤ

حقائق السنن ج ا
شرح ترمذی ـــــ پر ایک نظر

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات ترمذی پر مشتمل کتاب حقائق السنن شرح جامع السنن للامام الترمذی کے دیباچہ اور مقدمہ کے لئے عالم اسلام کی برگزیدہ شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے درخواست کی گئی تھی، حضرت موصوف نے بکمال عنایت دیباچہ تحریر فرمایا جو بروقت نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ کیا جاسکا اور حال ہی میں موصول ہوا جسے کتاب کے علاوہ حقائق السنن پر تعارف و تبصرہ کے طور پر الحق میں بھی شائع کیا جارہا ہے ـــــ ابتداء میں مدیر الحق کے نام مولانا مدظلہ کا گرامی نامہ بھی شریک اشاعت ہے۔ (ادارہ)

محب گرامی قدر مولانا سمیع الحق صاحب زید توفیقہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ مزاج بعافیت ہوگا، اور حضرت والد ماجد مدت فیوضہ صحت وعافیت کے ساتھ مشغول افادہ وافاضہ ہوں گے بارک اللہ فی حیاتہم وفیوضہم

کچھ عرصہ ہوا آپ کا ایک خط اس فرمائش کے ساتھ آیا تھا کہ میں حضرت کے افادات "حقائق السنن" پر بطور مقدمہ اور پیش لفظ کے کچھ لکھوں، میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ یہ بات میری حیثیت اور سطح سے بلند ہے۔ کہ "ایاز قدر خود را بشناس" اس کیلئے پاکستان یا ہندوستان کے کوئی جلیل القدر عالم جن کا حدیث شریف سے اشتغال اور اس پر وسیع نظر ہو، زیادہ موزوں ہوں گے، غالباً آپ نے میری یہ معذرت حقیقت حال پر مبنی ہونے کی بنا پر قبول کرلی۔ لیکن اس کے بعد میں نے کتاب پر نظر ڈالی اور اس کا داعیہ پیدا ہوا کہ میں اس پر اپنے تاثرات اور رائے کا اظہار کروں، یہ ایک شہادت بالحق ہوگی، چنانچہ میں نے ۶-۷ صفحے کا ایک مضمون حوالہ قرطاس کیا۔ اب بمبئی آکر اس کو ایک عزیز دوست کے حوالہ کر رہا ہوں جو دو چار دن میں کراچی ہوکر حجاز جانے والے ہیں میں نے ان کو ہدایت کی ہے کہ وہ کراچی سے اس کو بذریعہ رجسٹری پوسٹ کردیں، یہاں سے

ڈاک سے بھیجنے میں بڑی طوالت ہوگی اور معلوم نہیں رقابہ کے کن مرحلوں سے گذرنا پڑے
مقدمہ کے بارے میں میری اب بھی وہی رائے ہے لیکن آپ کو اس مضمون کے بارہ اختیار ہے
کہ آپ اس سے جو کام لینا چاہیں لے سکتے ہیں، اگر مقدمہ کسی دوسرے فاضل کے قلم سے ہو
گیا ہو تو اس کو آپ "الحق" میں بطور مضمون کے شائع کر سکتے ہیں، اس کی رسید سے
ضرور مطلع کریں۔

معلوم نہیں "تاریخ دعوت وعزیمت" کا پانچواں حصہ جو حکیم الاسلام حضرت شاہ
ولی اللہؒ سے مخصوص ہے۔ کراچی میں چھپا، اور آپ تک پہنچا یا نہیں، اگر اتنی تاخیر کا اندیشہ
ہوتا تو میں براہ راست بھیج دیتا۔ حضرت والد صاحب کی خدمت میں بہت بہت
سلام، درخواست دعا اور اس خدمتِ حدیث پر دلی مبارکباد اور اظہارِ تشکر۔
تقبلہ اللہ تقبلاً حسناً۔ خط کا جواب لکھنؤ کے پتہ پر عنایت فرمائیں۔ والسلام۔

دعاگو و طالب دعا

ابوالحسن علی

۱۳ اکتوبر ۱۹۸۴ء

پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء
لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!

کتب صحاح کے درمیان جامع ترمذی کا خاص مقام ہے جسے ہر دور میں امت میں بڑی مقبولیت حاصل
رہی ہے۔ اور اسکی بلندیٔ مرتبہ پر امت کا اجماع ہے، انہوں نے اپنے دونوں اساتذہ امام محمد بن اسماعیل
بخاریؒ اور امام مسلم بن حجاج قشیری کی تحقیقات، صحیح احادیث حاصل کرنے کی کوششوں اور تمام سابقہ علمی
کاوشوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور ائمہ مصنفین حدیث کے درمیان سے اپنا راستہ نکالا ہے۔ اللہ تعالےٰ
نے انہیں تصنیفی ملکہ، قوتِ اجتہاد، فنی قدرت و قوت بطور خاص عطا کی ہے۔ اس کے ساتھ ان کی عقل و علم
میں پختہ عمر کے تقاضہ سے مزید پختگی اور گہرائی پیدا ہوئی جس میں ان کی طویل فنی تمرین، ائمہ فن کی طویل صحبت اور
ان سے محبت و وفاداری، ان کے فضل و تقدم کا اعتراف، ان کے زہد و تواضع، بے غرضی، دعا میں اشتغال
اور اللہ کے لئے تضرع و ابتہال کو بھی خاص دخل ہے ـــ صحیحین کے قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مؤلفین

صحت و باریک بینی اور فنی قدرت کی انتہا پہ ہیں اور سنن ابی داؤد میں اسے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے احادیث احکام کو بہترین نظم و ترتیب عطا کی ہے۔ اور انہوں نے بعد والوں کے لئے کچھ چھوڑا نہیں ہے، اس لئے احادیث صحیحہ پر مشتمل کوئی کتاب ترتیب دینا تحصیل حاصل اور بے فائدہ کام ہے، مگر امام ابو عیسیٰ ترمذی نے ساٹھ سال سے زائد عمر میں (جو ذہنی پختگی کی عمر ہوتی ہے) اپنی کتاب تالیف کی جس میں ان کی تصنیفی صلاحیت واضح طور پہ سامنے آئی اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ اس کتاب نے صدر اسلام کے عظیم حدیثی ذخیرے میں ایک قیمتی اور نیا اضافہ کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں اپنے دونوں استادوں امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے طریقہ پہ فقہ و حدیث کو بڑی خوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ اور دونوں کے محاسن اور خصوصیات اپنائی ہیں، انہوں نے متعدد روایات کو امام مسلم کی طرح ایک جگہ جمع کر دیا اور امام بخاریؒ کے طریقہ پہ اسنادی فوائد کو کتاب میں متعدد جگہوں پہ رکھا اور ایک، ایک حدیث پہ کلام کیا اور ایسی مخصوص علمی اصلاحات اپنائیں جن میں وہ منفرد ہیں اور وہ کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتیں، وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پہ کام کیا جسے آج "تقابلی فقہ" (الفقہ المقارن) کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے زمانے کے فقہی و اجتہادی دبستانوں کی جسطرح حفاظت کی اس کا امت کو اعتراف کرنا چاہیئے، وہ نہ ہوتے تو بہت سے ائمہ کے نتائج اجتہاد نظر کے سامنے نہ آتے، اپنے جامع کی اس خصوصیت کے سبب یہ کتاب حدیث وسنت کی کتابوں کے درمیان ممتاز و منفرد ہوگئی ہے۔ اور سب سے قدیم و قابل اعتماد مرجع بن گئی ہے۔ خاص طور پہ غیر مروّج مذاہب فقہ جیسے امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کے مذاہب کے لئے۔ یہ بھی ان کے حسنات میں ہے کہ انہوں نے بعد میں آنے والوں کے لئے امام شافعیؒ کی قدیم فقہ بھی محفوظ کر دی ہے۔

اس طرح جامع ترمذی ان احادیث حسنہ کے لئے مرجع اساسی بن گئی ہے جو ایک قیمتی حدیثی ذخیرہ ہیں اور جن سے استغنا ممکن نہیں، متقدم محدثین کبار میں سے ہم کسی کو اس طرف امام ترمذیؒ کی طرح متوجہ نہیں پاتے ہیں، اسی لئے امام ابو عمر عثمان بن صلاح اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں کہتے ہیں کہ "امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ کی کتاب حدیث حسن کی معرفت کے لئے اصل ہے، وہی ہیں جنہوں نے اس کا نام روشن کیا اور اپنی جامع میں اس کا بکثرت ذکر کیا ہے"[1]

پھر انہوں نے علم رجال اور علم جرح و تعدیل پہ خصوصی توجہ کی اور فن اسناد کے بعض منفرد رجحانات کے لئے ممتاز ہوئے جسے فن حدیث کا کوئی ناقد بصیر ہی جان سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب حدیث کے

---

[1] علوم الحدیث ص ۱۴-۱۵

فنون کثیرہ پر مشتمل ہے۔ اسی لئے حافظ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ :

" یہ سب سے اچھی کتاب ہے، جس میں فوائد کی کثرت، اچھی ترتیب اور تکرار بہت کم ہے، اور اس میں اُن مذاہب کا بھی ذکر ہے، جو اور کتابوں میں نہیں، وجوہ استدلال احادیث کی نوعیت، صحت وسقم اور غرابت کا بیان ہے۔ اور جرح وتعدیل سے کام لیا گیا ہے۔"

امام ابو اسماعیل عبد اللہ محمد بن الانصاری کہتے ہیں :

" ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری ومسلم کی کتابوں سے زیادہ مفید ہے کہ اس کے فوائد تک ہر شخص کی رسائی ہو سکتی ہے۔"

بڑی مسرت وطمانیت کی بات ہے کہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبد الحق بانی ومہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان دام فیضہم کی درس ترمذی کی تقریریں اور امالی وافادات کی جلد اول "حقائق السنن" منظر عام پر آگئی ہے، حضرت شیخ الحدیث کے فرزند گرامی مولانا سمیع الحق مدیر الحق واستاد حدیث دار العلوم حقانیہ، اور مولانا عبد القیوم حقانی نہ صرف طلبائے علم حدیث بلکہ حدیث کے کہنہ مشق، وسیع النظر وفاضل اساتذہ کے بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے تعاون ونگرانی سے یہ علمی صحیفہ جو ایک ماہر فن اور دقیق النظر استاذ حدیث کے وسیع مطالعہ، طویل تجربہ اور دیدہ ریزی اور جگر کاوی کا نتیجہ ہے۔ اہل علم کے سامنے آیا، حضرت شیخ الحدیث نصف صدی سے تدریس حدیث کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز شاگرد اور دار العلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ ان میں دقیق مباحث کو شستہ انداز اور سلجھے ہوئے پیرایہ میں بیان کرنے کی خداداد صلاحیت ہے۔ انہوں نے چالیس سال تک دار العلوم حقانیہ میں ترمذی کا درس دیا، یہ تقریریں ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ کی گئیں، مولانا نے پورے مسودہ پر نظر ڈالی اور ضروری ترمیم واصلاح فرمائی، تشنہ مقامات پر مزید بحث کی اور مرتب شدہ " امالی " (درس کی وہ تقریریں وافادات جو قلمبند کر لئے گئے تھے) سے بھی کام لیا گیا۔

مولانا چونکہ حدیث کے عالم واستاد ہونے کے ساتھ (اپنے شیخ واستاد کی تبعیت میں) تزکیہ وسلوک کے بھی رمز آشنا ہیں اس لئے کتاب میں جا بجا لطائف تصوف اور علمی وجدانی نکات بکھرے ہوئے نظر آئیں گے، جا بجا دلچسپ، سبق آموز واقعات وحکایات درس پڑھنے والے کے لئے دل آویزی کا ذریعہ اور موعظت وتربیت کا سامان ہیں، فضلائے قدیم کی طرح اپنے اساتذہ سے عقیدت وشغف خاص طور سے حضرت مدنیؒ سے غیر معمولی عقیدت کتاب میں جھلکتی ہے۔ فنی وتحقیقی حیثیت سے بھی کئی

بحثیں مختصر ہونے کے باوجود بصیرت افروز اور اصولی قدر و قیمت کی حامل ہیں، مثلاً تعریفِ حدیث میں قید من حیث انہ رسول کی ضرورت و افادیت، مؤرخ و محدث کے فرق کی تشریح، متقدمین و متاخرین کی تعریف حدیث کا فرق ہے[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض سہ گانہ (تلاوت کتاب، تعلیم حکمت و تزکیہ) کی تشریح[2] بعثت فی الامیین کی حکمت اور تمدنی اثرات کی اہمیت، مقام عبدیت اور اسکی عظمت و جلالت کا بیان[3]

مولانا چونکہ ایک بیدار دماغ، حساس و دردمند دل بھی رکھتے ہیں، عہد حاضر کے بدلے ہوئے حالات اور جدید تعلیم یافتہ نسل کے ذہن سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ اور آپ کا مطالعہ درسی اور فنی کتابوں میں محدود نہیں ہے، آپ نئی تحقیقات اور تازہ رجحانات سے بھی بقدر ضرورت متعارف ہیں، اس لئے کتاب میں جابجا ایسے مضامین ملتے ہیں جن سے نئے شبہات و سوالات سے واقفیت اور شرح حدیث و تقریر درس میں ان سے بقدر ضرورت تعرض کا اندازہ ہوتا ہے، مثلاً سائنسی ایجادات و فہم حقائق اور مسئلہ بقاء اعراض پر عالمانہ و متکلمانہ بحث ہے[4] وزن الو پر اعتراض اور اس کا صحیح حل تعدد ازدواج پر دل نشین انداز میں بحث[5]، کتاب اگرچہ حدیث و فقہ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن مولانا کی تاریخ سے واقفیت کا بھی روشن ثبوت ملتا ہے، جس کے متعلق سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ وہ علماء و اساتذہ دینیات کے دائرہ سے باہر ہے، اس سب کے ساتھ کتاب کے مسلک اہل سنت کے اس اعتدال و توازن کا بھی اظہار ہوتا ہے جو ان کے اساتذہ اور اسلاف کا شیوہ رہا ہے اور مکتب و خاندان ولی اللہی کا شعار، مثلاً آپ نے مروان بن الحکم اور یزید پر ناقدانہ کلام کیا ہے، اور ان کے بارے میں ان کے جلیل القدر معاصرین اور ائمہ حدیث کا جو نقطۂ نظر رہا ہے اسکو بلا تکلف نقل فرما دیا ہے۔

خالص درسی و فنی حیثیت سے بھی کئی ایسی بحثیں ملتی ہیں، جو فن حدیث میں رسوخ اور عمق کا نمونہ ہے۔ مثلاً جامع ترمذی کی خصوصیات جس کے گیارہ وجوہ بیان کئے گئے ہیں[6]

بزدوی پر تنقید اور حضرت ابوہریرہؓ کے تفقہ کا اثبات اور بعض کثیر الانواع والاسماء الفاظ کی اچھی بحث مذہب حنفی کا اقرب الی الحدیث ہونا وغیرہ وغیرہ،

غالباً یہ پہلی کتاب ہے جس میں اردو میں "جامع ترمذی" کی شرح و بیان کی کوشش کی گئی ہے، اور ان دشوار اور نازک مضامین کو جو ابھی تک عربی کی شروح حدیث اور ماہر الفن اساتذہ کے حلقۂ درس سے

---

[1] ملاحظہ ہو صہ ۳۹، ۴۰، [2] صہ ۴۳-۴۶ [3] صہ ۱۲۱، ۲۲ [4] صہ ۱۲۶ [5] ۱۶۵، ۱۸۵ نیز حاشیہ ۱۸۵ [6] صہ ۸۵

مخصوص تھے، سلیس و شستہ اردو زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ اس بلند پایہ کتاب پر مقدمہ لکھنے کے لئے ایک ایسی شخصیت موزوں تھی، جس کی علم حدیث اور متون و شروح حدیث پر وسیع و عمیق نظر ہو، اور جس کا فن حدیث سے طویل و مسلسل اشتغال رہا ہو، خدا کے فضل سے ابھی برصغیر ہند و پاکستان میں متعدد ایسی شخصیتیں موجود ہیں جو اس کام کی تکمیل کے لئے ہر طرح موزوں و مناسب ہیں، لیکن محب گرامی قدر مولانا سمیع الحق صاحب کی نظر انتخاب اس اہم کام کے لئے اس بے بضاعت پر پڑی جس کے حدیث سے اشتغال اور اس کے درس کی مشغولیت کو عرصہ ہو گیا، شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ ساری بے بضاعتی و کم مائیگی کے باوجود مقدمہ نگار کو بھی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے صحیح بخاری و جامع ترمذی میں تلمذ و استفادہ کی سعادت و شرف حاصل ہوا ہے اور ع

بلبل ہمی کہ قافیۂ گل شود بس است

راقم سطور نے ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۲ء) میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنیؒ کے درس بخاری اور درس ترمذی میں شرکت کی، اگر میرے لئے اس قابل قدر کتاب پر کچھ تحریر کرنے کا جواز ہے تو یہ نسبت گرامی نیز یہ کہ صحاح اربعہ کا درس محدث عصر مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکیؒ تلمیذ خاص علامہ شیخ حسین بن محسن الانصاری یمانی نزیل بھوپال سے لیا، اور کچھ عرصہ صحیح بخاری و ترمذی کا درس دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اس سے متعلق رہا، اور اس نے خدا کے فضل سے دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور حرمین شریفین کے کبار علماء و اساتذۂ حدیث کی زیارت و صحبت اور ان کے درس حدیث میں شرکت کی سعادت حاصل کی، اس لئے اس کا اس کتاب پر اپنے تاثرات کا اظہار کلیۃً "تحسین ناشناس" اور یکسر "دخل در معقولات" کا مرادف نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی عمر، صحت و قوت میں برکت عطا فرمائے، اور ان کے علمی و دینی فیوض سے زیادہ سے زیادہ طالبین کو مستفید ہونے کا موقعہ دے، نیز مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو ترقی و قبولیت عطا فرمائے جس کے ذریعہ حدیث کی یہ قیمتی سوغات اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچی۔

ابوالحسن علی